

تو سویرا میرا

ڈاکٹر زوہا آصف

توسویر امیر ازوہا آصف

باب دہم

نوٹ:

اس ناول کے تمام جملہ حقوق رائٹر زوہا آصف کے نام محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد یا ادارے یا دوسری ویب سائیٹ کو رائٹر کی اجازت کے بغیر اس کی اشاعت کا اختیار نہیں۔

ایسا کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شکریہ

زوہا آصف

ZOHA ASIF

انتساب

ان تمام لوگوں کے نام جو اپنی اندھیروں بھری زندگیوں میں سویرے کی تلاش میں ہیں، روشنی آپ کی منتظر ہے!

ZOHA ASIF

باب دہم؛ فیصلہ

اس نے ایک بار پھر پلکیں اٹھا کر طلال کے مسکراتے لبوں اور چمکتی نگاہوں کو دیکھا تھا۔ کیا وہ سچ کہہ رہا تھا؟ کہیں وہ بھی آفت گینگ کی طرح اس کے ساتھ کوئی پرینک تو نہیں کر رہا تھا؟

وہ بے یقین تھی، بے حد بے یقین۔

"کیا مطلب؟" چہرے کی بے یقینی اب لفظوں کے ذریعے لہجے میں آسموئی تھی۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سمجھ رہی ہیں" طلال نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر نگاہیں ایک بار پھر سڑک پر مرکوز کر دیں۔

"آپ جانتے ہیں نا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ پریشان تھی۔

"میں بالکل جانتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ آپ بھی جان لیں۔" طلال نے دوبارہ اسے نہیں دیکھا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اسے سمجھنے کا پورا موقع دیا جائے۔

"ایک بات پوچھوں؟" جب کچھ لمحے گاڑی میں خاموشی قائم رہی تو۔۔ طلال نے دوبارہ بات کا آغاز کیا۔

اس نے ایک خاموش نگاہ طلال پر ڈالی تھی، تاثرات سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اب بھی شاک زدہ تھی۔

"کیا آپ بھی مجھے پسند کرتی ہیں؟" یہ وہ سوال تھا جو وہ چاہتی تھی طلال اس سے کبھی نہ پوچھے، کم از کم ابھی تو بالکل بھی نہیں۔

اس نے پریشان ہو کر طلال کو دیکھا، اس کی پر شوق نگاہیں اسی کے چہرے پر ٹکیں، اشتیاق سے جواب جاننے کو بے تاب دکھائیں دیں۔

"میں۔۔وہ۔۔میں" اسے سمجھ نہ آیا وہ کیسے کہے، کیا کہے۔

طلال نے اسے کہنے کا بھرپور موقع دیا۔

عین اسی لمحے۔۔طلال کے فون پر میسج آیا۔"اس وقت نہیں" اس نے ان نون نمبر سے میسج دیکھ کر فون واپس ڈیش بورڈ پر رکھا پھر دوبارہ ہبہ کو دیکھا۔جواب بھی کچھ سمجھ پانے، کچھ کہہ دینے کی کوشش میں مبتلا تھی۔

"دیکھ لیں، ضروری نہ ہو" اس نے نظریں جھکائے دھیرے سے کہا۔

طلال نے اس کی اس ادا پر مسکراتے ہوئے دوبارہ فون اٹھالیا مگر۔۔

فون پر آیا میسج دیکھ کر بے ساختہ اس کا پیر بریک پر پڑا تھا، ہبہ نے بھی متفکر ہو کر اسے دیکھا تھا جس کے چہرے سے پریشانی واضح طور پر جھلک رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی ایسے میں وہ اس گھر کے صحن میں چارپائی بچھائے بیٹھی تھیں، نیند تھی کہ آنکھوں سے کوسوں دور تھی، برابر کی چارپائی پر لیٹے طاہر کب کے سو چکے تھے۔کم از کم انہیں تو یہی لگا تھا۔

انہوں نے ایک تھکی ہوئی نگاہ اپنے دائیں جانب اوپر کو جاتیں سیڑھیوں پر ڈالی تھی۔ سیمنٹ کی سادہ سیڑھیاں، جن کے کناروں پر وقت کے ساتھ ہلکی سی گھسائی نمایاں تھی۔ ان کی نگاہ سیڑھیوں سے ہوتی اب برآمدے کی کمروں پر جا ٹکی۔ صحن (جہاں اس وقت وہ چارپائی پر لیٹی تھیں) کے پیچھے ایک برآمدہ تھا، جس میں دو کمرے تھے، دروازے آدھے کھلے، اندر مدھم روشنی اور سادہ سا سامان جھلکتا۔ برآمدے کے ساتھ ہی کچن تھا۔ اس برآمدے سے مخالف سمت دیکھیں تو گھر کا مرکزی دروازہ دکھائی دیتا، جس کے ساتھ بنی دیواریں بھی اسی کی طرح چھوٹی سی تھیں۔

یونہی آسمان کے تارے تکتے تکتے ان کا ذہن ماضی کی طرف دوڑنے لگا۔

وہ۔۔۔ ان کا کیریر۔۔ اور وہ قیامت شب۔۔

جس کے بعد ان کی اور طاہر کی زندگی مکمل طور پر بدل گئی۔۔

وہ سوچوں میں غرق تھیں جب انہیں دو زوردار آوازیں آئیں۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے مرکزی دروازے کے ساتھ کی دیوار سے دو نقاب پوش نفوس گھر کے اندرونی حصے میں کود رہے تھے۔

اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتیں، وہ دونوں انہی کی جانب آئے تھے۔

ان کے چہرے پر پریشانی چھائی تھی، کانپتے ہاتھوں سے انہوں نے طاہر کو اٹھانے کی کوشش کی۔

آنکھیں ملتے جب نگاہ سامنے کے منظر پر گئی تو ان کا چہرہ بھی خوف سے سفید پڑ گیا۔

"کون ہو تم لوگ؟" وہ ڈرتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

اس کی بات پر پہلے والے آدمی نے اپنے چہرے سے ماسک اتارا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار کسی سے ملتے تھے، بہت زیادہ ملتے تھے۔ طاہر اور فوزیہ نے پریشان نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ہاں یہ وہی ہو سکتا تھا۔مالک مکان دلاور سیٹھ کا بیٹا بلاول سیٹھ۔

نظر بچا کر فوزیہ نے اٹھنے کی ہمت کی دو چار قدم ہی دور جا سکیں مگر۔۔بلاول جھپٹ کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہ صحن ہی کی دائیں دیوار کے ساتھ جا لگیں۔

مسئلے کی بات یہ تھی کہ وہ مدد کے لئے کسی کو پکار بھی نہیں سکتے تھے،مالک مکان بھی کسی رشتے دار کے ہاں گئے تھے۔ اور اس سوسائٹی میں اس ایریا میں گھر بھی اِکا دُکا مگر دور دور بنے ہوئے تھے۔

ہبہ نے اس نئ سوسائٹی میں گھر کرائے پر اس لئے لیا تھا کہ سیکیورٹی ایشوز نہیں ہوں گے مگر وہ معصوم کہاں جانتی تھی کہ ایسے گھٹیا لوگ ایسی ایلیٹ سوسائٹیز میں بھی اپنے کالے دھندے کرنے سے نہیں گھبراتے۔

"کیا۔۔چاہتے ہو تم؟" وہ بے چین ہوئے پوچھنے لگیں۔

"انتقام" اس یک لفظی جواب سے انہیں خطرے کی بو آئی تھی۔

ان کا چہرے اب واقعی لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا،لب،ہاتھ،پاؤں حتیٰ کہ پلکیں بھی لرز رہی تھیں۔

"جو تو نے میرے باپ کے ساتھ کیا ہے نا کم از کم بیس گناہ زیادہ کروں گا تیرے ساتھ۔۔تجھ سے اس چیز کا بدلہ لازمی لوں گا جس کی وجہ سے وہ تڑپتا ہوا دنیا سے چلا گیا" اس نے جیب میں سے پسٹل نکالی اور دھیرے دھیرے فوزیہ کے ماتھے سے لاتا ہوا ان کی ٹھوڑی تک لے آیا۔

فوزیہ مزید سمٹ گئیں،مارے خوف کے ان کا جسم بے جان ہونے کے قریب تھا۔

طاہر نے بے بسی سے انہیں دیکھا اور ہمت کر کے وہیل چیئر پر بیٹھنے کی کوشش کی۔۔مگر اس کے ساتھی نے لات مار کر ان کی وہیل چیئر دور پھینک دی۔وہ تڑپ کر رہ گئے،ایک اپنی بے بسی تھی دوسرا اپنی بیوی کو ایسی حالت میں دیکھنے کی بے پناہ اذیت۔وہ اٹھ کر ان کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تھے۔وہ دونوں ان کی لاچارگی پر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"اب کہاں جائے گی بچ کر؟ تجھے کیا لگا میرے گھر سے یہاں آئے گی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلے گا؟" اس نے بے دردی سے فوزیہ کے منہ پر تھپر مارا وہ درد سے بلبلا اٹھیں، بلاول نے ایک بار طاہر کو دیکھا جو بے بسی کی مثال بنے اپنے بستر پر ساکت تھے۔

انہیں ایسا لگا یہ تھپر ان کے سامنے ان کی بیوی کو نہیں بلکہ ان کی لاچاری پر مارا گیا تھا۔ چہرے پر عجیب تاثرات تھے، سمجھ سے باہر۔

یک دم وہ چلا اٹھے۔

"نہیں۔۔ پلیز ایسا مت کرو۔۔ پلیز۔۔ وہ ایک حادثہ تھا۔ میری بیوی کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔" طاہر نے منت بھرے لہجے میں کہا ان کے انداز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

مقابل اس گڑاگڑاہٹ پر قہقہہ مار کر دوبارہ ہنس پڑا۔۔ اور ساتھ ہی فوزیہ کے دوسرا گال پر ایک اور تھپر دے مارا۔ درد کی شدت سے وہ چیخ پڑیں، طاہر کو یوں لگا وہ چیخیں ان کے سینے میں مانندِ خنجر دھونسی جا رہی ہوں۔

انہوں نے دوبارہ اٹھنا چاہا مگر۔۔ اس بار انہیں اٹھتا دیکھ کر بلاول فوزیہ کو دو لمحے وہاں چھوڑ کر طاہر کی بے بسی کا مزاق اڑانے آیا تھا۔

انہوں نے ایک اور کوشش کی جس کے نتیجے وہ بری طرح اس چارپائی سے نیچے گرے تھے، اور ان دونوں گنڈوں کی ظالم ہنسی نے مانو پورا ماحول مزید بھاری کر دیا تھا۔

ان کی آنکھوں میں نمی اب بقاعدہ طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔۔ انہوں نے ایک نظر باری باری ان دو گنڈوں پر ڈالی اور پھر وہی نظریں آسمان کی جانب اٹھیں۔۔

"یا اللہ میں بے بسی ہوں، تو نہیں۔ مجھ پر رحم کر میرے مالک، میری مدد کر"

انہوں نے اس لمحے بڑی شدت سے اللہ سے مدد مانگی تھی۔

فوزیہ نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پشت کے پیچھے چھپائے ہوئے موبائل پر پاور بٹن پانچ بار پریس کیا۔۔

اور ایک بار پھر بے بسی سے طاہر کو دیکھا، ان کی حالت دیکھ کر فوزیہ کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

وہ اوندھے منہ زمین میں گرے ہوئے تھے، چہرے پر مٹی اور تازہ خون کے نشانات نمایاں تھے۔

"تو کہاں چلی ہے میری رانی؟ ابھی تو بہت سے حساب برابر کرنے ہیں" دھیرے سے فوزیہ کو کھسکتا دیکھ بلاول نے ایک بار پھر فوزیہ کو گھیرے میں لیا تھا، انہوں نے خوفزدہ نگاہیں پیچھے کی جانب گھمائیں تو اس کا ساتھی کھڑا دکھائی دیا۔ انہوں نے بے بسی سے طاہر کو دیکھا۔۔ جو بے ہوش ہونے کے قریب تھے۔

اب ان کا مقابلہ ان دو نامردوں سے تھا جو ایک عورت کی بے بسی کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

"چاہتے کیا ہو تم دونوں؟" وہ غرائیں، چہرے پر خوف اور دلیری کے ملے جلے تاثرات دیکھ بلاول کے لبوں پر مسکان دھر آئی۔

"کیا تو نہیں جانتی؟" اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ راج کر رہی تھی، ساتھ ہی ساتھ وہ دو قدم آگے بڑھا۔ اس کا دایاں ہاتھ فوزیہ کے پلو کو چھوا ہی تھا کہ وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہوئیں مگر اس کے ساتھی سے ٹکرا گئیں۔

"تو کیا پہلے مجھے موقع دینا چاہتی ہے تو؟" دوسرا شخص پہلی بار بولا تھا، وہ دبک کر اس سے کچھ فاصلے پر ہوئیں لیکن ان دونوں کے بڑھتے قدموں کے باعث وہ فاصلہ واپس سمٹ گیا۔

فوزیہ کا چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا، جیسے رگوں میں دوڑتا خون بھی خوف سے تھم گیا ہو۔۔

"چل میرا باپ جس کے لئے ترستا مر گیا، وہ مجھے دے دے" بلاول ان کے مزید قریب آیا، فوزیہ دہشت کی اس حالت میں تھیں کہ ساکت کھڑی رہیں، ان کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

اس نے ان کا دوپٹہ کھینچ کر سینے سے اتار دیا مگر وہ جوں کی توں رہیں، ان کا جسم جامد تھا۔ بلاول نے اپنی حوس بھری نگاہیں ان کے جسم پر ڈالیں، طاہر نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

مگر فوزیہ؟ وہ یونہی بے حس و حرکت کھڑی رہیں۔ یوں جیسے وہ اس وقت موجود ہی نہ ہوں۔ اور شاید یہی سچ تھا۔۔ وہ ماضی کے کسی باب میں گم ہو گئیں تھیں، اس بات سے بے خبر کہ جو حال میں ہو رہا تھا وہ ایک بار پھر ان کی زندگی برباد کر سکتا تھا۔

"فوزیہ۔۔ ہوش کرو" طاہر کی اذیت بھری آواز پر ان کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ گر کر زمین بوس ہوا۔ وہ جیسے واپس حواس میں آئیں، گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا، بلاول کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر چہرہ سفید پڑ گیا، نگاہ جب زمین پر گرے اپنے دوپٹے پر گئی تو دل دھڑکنا بھول گیا۔۔ انہوں نے شدت سے اپنے لئے موت مانگی۔۔ مگر موت مانگنے سے تھوڑی نا ملتی ہے؟

بلاول نے ہاتھ بڑھا کر انہیں چھونا چاہا مگر عین اس لمحے۔۔۔

☆☆☆☆☆

ZOHA ASIF

وہ ہبہ کے گھر سے بیس منٹ کی دوری پر تھے جب فوزیہ کے نمبر سے اسے ایس او ایس میسج آیا۔

وہ ہبہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا مگر چہرے پر موجود فکر کی لکیروں سے چھپا بھی نہیں پا رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے وہ گھر کے قریب پہنچے تھے۔

"گاڑی سے جانا خطرناک ہو گا انہیں خبر ہو جائے گی اس لئے ہمیں گلی کے اندر پیدل جانا چاہیے، میں اپنا ریوالور ساتھ لیتا ہوں، آپ احتیاط سے میرے پیچھے آتی رہیں دھیان رہے کوئی آواز نہ ہو" اس کے محتاط انداز پر ہبہ چونک گئی۔

"خیریت ہے نا طلال؟" وہ روہانسی ہوئی۔ ریوالور پر نظر پڑتے ہی اس کی رہی سہی ہمت بھی رخصت ہونے لگی۔

"مجھ پر بھروسہ کرتی ہیں؟" طلال نے یک دم پوچھا۔

سیاہ آنکھیں براہِ راست ان بھوری آنکھوں سے مخاتب تھیں جو پریشانی میں نم ہوتی جا رہی تھیں۔

ہبہ نے اسے دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

طلال نے گہرا سانس لیا۔

"تو پھر مجھ پر اور سب سے پہلے اللہ پر بھروسہ رکھیں، کچھ نہیں ہو گا، سب ٹھیک ہو گا" اس نے اسے تسلی دی اور پھر وہ دونوں چپ چاپ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس کے گھر کی جانب چل پڑے۔

جیسے جیسے وہ قدم بڑھاتی رہی، دل کی دھڑکنیں منتشر ہوتی گئیں۔

اب وہ گھر کے مرکزی دروازے پر کھڑے تھے، طلال نے اشارے سے چابی کے بارے میں پوچھا۔ ہبہ نے خاموشی سے بیگ میں سے نکال دی۔ طلال نے اسے پیچھے رہنے کا اشارہ کیا۔ اور خود آہستہ سے چابی گھمائی کے گیٹ کی زیادہ آواز بھی نہ ہو۔

ZOHA ASIF

دروازہ کلک کی آواز سے کھلا مگر آس پاس سے آتیں کتے کی بھونکنے کی آوازوں کے باعث اندر موجود لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔

اس نے ہلکے سے دروازہ دھکیلا اور اندر کا منظر دیکھا۔ سامنے دو چارپائیاں پڑی تھیں، جس کے آگے کوئی وجود اوندھے منہ پڑا تھا، شاید وہ بے ہوش تھا، اس کے اوپر سے ہوتی اس کی نظر سامنے کے منظر پر پڑی، جہاں فوزیہ دو گنڈوں کے درمیان تھیں۔

اسی لمحے فوزیہ کی نظر طلال پر پڑی، طلال نے انہیں جھکنے کا اشارہ کیا، وہ گوں مگوں کی کیفیت میں نیچے جھکیں، اور بس یہی وہ لمحہ تھا جب طلال نے پھرتی سے اندر قدم رکھا اور ایک فائر کیا۔ وہ دونوں سنبھل نہ پائے اور ایک کی ٹانگ میں گولی لگی۔ جب کہ دوسرا حواس باختہ ہوا کبھی اپنے ساتھی کو دیکھتا اور کبھی اس آدمی کو جو نجانے کہاں سے اندر آیا تھا۔

اس نے بھی اپنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل اس کے سامنے تانی۔۔ مگر طلال کی بے وجہ اور بے وقت مسکراہٹ پر وہ متعجب ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

طلال نے اسی تعجب کا فائدہ اٹھایا، اور دوسری گولی اسے ماری۔ لیکن اس کے فوراً پیچھے ہٹنے پر وہ نشانہ چوک گیا۔ اب گولیاں چلانے کی باری اس گنڈے کی تھی۔۔ وہ اس کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے گولیاں چلا رہا تھا، بدلے میں طلال کی گولیاں بھی برابر چلتی رہیں۔ وہ دونوں منجھے ہوئے کھلاڑی معلوم ہوتے تھے، اپنا بہترین بچاؤ کرتے، دونوں اپنے اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کی کوشش میں گم چارپائیوں کے گرد گھومتے اب وہ اب بھی ایک دوسرے کی مخالف سمت تھے مگر جگہ تبدیل ہو چکی تھی، طلال اب فوزیہ کے ساتھ برآمدے میں کھڑا تھا تو دوسرا شخص مرکزی دروازے کے عین قریب۔

ZOHA ASIF

اسی لمحے دور سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دی۔۔ وہ گنڈا جو اب دروازے کے قریب تھا، اس نے اپنی سرمے بھری آنکھوں سے گہری نظر طلال بخاری پر ڈالی تھی اور پھر مسکرا دیا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بھی اس کی ذہنیت کی طرح شیطانی تھی۔ اور پھر بغیر کچھ کہے۔۔۔ بھاگ نکلا۔ طلال نے ناسمجھی سے مسکراتے ہوئے انسان کو دیکھا اور پھر گن میں موجود آخری گولی بھی چلا دی۔۔ طلال کی گن سے نکلی بلٹ شاید اسے لگ گئی تھی، مگر وہ پھر بھی بھاگ نکلا تھا۔

☆☆☆☆☆

اس نے آگے بڑھ کر اس گنڈے کا پیچھا کرنا چاہا مگر وہاں گم سم سی کھڑی کانپی ہوئی ہبہ کو دیکھ کر اس کی جانب بڑھ آیا۔ اسے آگے کر کے خود آہستہ آہستہ اس کے پیچھے گھر میں داخل ہوا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر ہبہ کا دل بند ہونے لگا۔ وہ بھاگ کر طاہر کے قریب گئی جو زمین پر گرے ہوئے تھے۔

دوسری جانب طلال نے واپس آکر سب سے پہلے فوزیہ کو ان کا دوپٹہ اوڑھایا تھا۔ اور پھر انہیں تسلی دیتا انہیں چارپائی تک لے آیا

طاہر کو ہبہ نے طلال کے ساتھ مل کر دوسری چارپائی پر بٹھایا تھا۔

اس دوران پولیس گھر کے اندر داخل ہوئی۔ پولیس افسر طلال کو دیکھ کر چونکا۔

"طلال تم یہاں؟" ایس ایچ او آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ ایس ایچ او اس کا دوست تھا۔

اور اس کا دھیان اس گنڈے کی جانب کیا جو شاید تڑپتے تڑپتے بے ہوش ہو چکا تھا۔

"چور ہے یہ؟" ایس ایچ او نے پوچھا۔ حوالدار اس گنڈے کو اٹھا کر پولیس وین کی جانب بڑھ گئے تھے۔

وہ دونوں بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے باہر نکل آئے۔ باہر جہاں پہلے خاموشی تھی اب وہاں کئی لوگ کھڑے تھے، شاید گولیوں کی آواز یا سائرن کی وجہ سے آئے تھے۔

"نہیں معلوم" طلال نے شانے اچکائے۔

"ہوا کیا تھا؟ ہمیں ایک نمبر سے ایس او ایس کال آئی تھی، بھیجی گئی لوکیشن یہاں کی بنتی تھی" ایس ایچ او نے کہا۔

"کہانا نہیں معلوم" اس کا انداز جھنجھلایا ہوا تھا۔

اس کے دوست نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کیا بات ہے یار؟ یہ تیرے کون لگتے ہیں اور تو کیوں اتنا پریشان ہے؟" اس نے ہمدردی سے پوچھا تھا۔

"یہ میرے جو بھی ہوں، ایک اور بھی گنڈا تھا اس کے ساتھ جو بھاگ نکلا، اس کے بازو پر شاید گولی لگی ہے۔ مجھے وہ زندہ سلامت چاہیے۔۔ ہر حالت میں جلد از جلد۔" اس نے تحمل سے کہا تھا۔

"کوئی رپورٹ یا۔۔" وہ ایس ایچ او اس سے پوچھ ہی رہا تھا جب حوالدار ایک آدمی کو گھسیٹتے ہوئے یہاں لائے تھے۔

"سر یہ آدمی موقع واردات سے بھاگتا ہوا پایا گیا" انہوں نے اسے گھسیٹتے ہوئے طلال اور ایس ایچ او کے قدموں کے قریب پھینکا، سرمے بھری آنکھوں والے آدمی کو دیکھ کر بے ساختہ طلال مسکرا دیا تھا۔

وہ حوالدار جو دوسرے گاڑی میں تھے اسے بھاگتا ہوا پا کر اسے پکڑ کر لے آئے تھے۔

"اس کی اچھی خدمت کرنا، اور جب تک نہ اگلے کہ اسے کس نے بھیجا تھا چھوڑنا مت" طلال کے تنے ہوئے جبڑے کے ساتھ کہا تھا۔

"اس کی تم فکر ہی مت کرو" ایس ایچ او نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔ طلال تشکر سے اس کے گلے لگا اور پھر انہیں اللہ حافظ کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ ایس ایچ او بھی اپنی ٹیم کو لئے وہاں سے واپس چل دیا۔

☆☆☆☆☆

وہ تینوں گم سم بیٹھے تھے، جس حالت میں طلال انہیں چھوڑ کر گیا تھا ٹھیک انہی حالت میں۔

ZOHA ASIF

اس نے اندر آکر بے بسی سے ان تینوں کو دیکھا تھا۔ پھر کچن میں جا کر فریج سے پانی کی بوتل نکالی تھی۔ ٹرے میں تین پانی کے بھرے گلاس رکھے اور باہر صحن میں آگیا۔ اس نے فوزیہ اور ہبہ کی جانب گلاس کیا مگر ان کی کوئی حرکت نہ ہوئی۔ ہبہ کے سامنے مگر خالی خالی نظروں کے سامنے پانی کا گلاس آنے سے وہ چونکی۔ پھر وہی خالی نگاہیں اٹھا کر طلال کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھاما۔

اس نے اشارے سے ہبہ کی توجہ فوزیہ پر کی، جو کب سے ایسے ہی بیٹھی تھیں۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس فوزیہ کی جانب بڑھایا۔ پھر بھی کوئی حرکت نہ ہوئی۔ آخر کار وہ خود انہیں پانی پلانے لگی۔

طلال نے سکون کا سانس لیا، اب اس کا رخ دوسری چارپائی پر بیٹھے طاہر کی جانب تھا، جن کے چہرے پر خوف و ہراس، پریشانی، اور گہرا دکھ رقم تھا۔ طلال نے لب بھینچ کر انہیں دیکھا، جانے کیوں آج انہیں دیکھ کر اسے بے اختیار، بڑی شدت سے اپنے بابا یاد آئے تھے۔

وہ آگے بڑھا، محبت سے ان کے ضعیف ہاتھ تھامے۔۔ پھر ان کو چوما۔ ٹھیک جیسے ہبہ چوما کرتی تھی۔

طاہر دبک گئے، جب کہ فوزیہ اور ہبہ نے بے یقینی سے طلال کو دیکھا۔

"اب میں جو کہوں گا آپ وہ کریں گے، میں آپ کی نہ نہیں سنوں گا" طلال نے نرمی سے کہا تھا۔

طاہر نے اپنی بھوری آنکھیں اس نوجوان پر ڈالیں، جو ہو بہو بالکل اس انسان کے جیسا تھا جو دنیا میں ان کا سب سے زیادہ چاہنے والا تھا۔ صاف رنگت، ذہانت سے چمکتیں، ٹھہری ہوئی اور باوقار سیاہ آنکھیں، جن میں عمر سے زیادہ سنجیدگی اور تجربہ جھلکتا تھا۔

اس پر لمبی مڑی ہوئیں سیاہ پلکیں، سیاہ گھنی بھنویں اور سلیقے سے پیچھے کی جانب سیٹ کیے گئے بال۔

جبڑے کی سختی اور مضبوط خط، اس کے پُر اعتماد اور فیصلہ کن مزاج کی گواہی دیتے۔ قد لمبا اور کھڑا، کندھے چوڑے، اور چال میں ایک ایسا اعتماد جو برسوں کی ذمہ داری اور کاروبار کی باگ ڈور سنبھالنے سے آیا تھا۔

اس نے طاہر کو اپنا تفصیلی جائزہ لینے دیا۔ پھر ان کی جانب محبت سے پانی کا گلاس بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھوں پر اپنے ضعیف ہاتھ رکھتے ہوئے پانی پینے لگے۔ وہ پانی پی چکے تو طلال نے ان کا گلاس واپس ٹرے میں رکھا۔

طاہر کو ابھی بھی خود کو دیکھتا پا کر وہ ہبہ سے مخاتب ہوا۔

"مس نایاب۔۔" ہبہ نے اس کی جانب دیکھا۔

"جی؟" وہ دھیرے سے بولی۔

"اپنا ضروری سامان پکڑیں، انکل کے کپڑے بھی۔۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ باقی کا سارا سامان میں کل لوڈ کروا دوں گا۔" طلال نے سنجیدگی سے طاہر کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ہبہ نے ایک نظر طاہر اور فوزیہ کو دیکھا جن کی جانب سے کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا تھا، وہ چپ چاپ اٹھی اور اس کی بات کی تاقید کی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک چھوٹا سا ہینڈ کیری لیے سامنے آئی تھی۔ طلال نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی اور پھر سامان پر۔

سامان کو گاڑی میں رکھ کر وہ واپس آیا تو ہبہ نے فوزیہ کو بھی چادر اوڑھا دی تھی، وہ خود اب بھی اسی بلیک فراک میں ملبوس تھی، اس کی متورم نگاہیں تشکر سے طلال کو دیکھ رہی تھیں۔

اس نے انہیں گاڑی میں بٹھایا، پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا، اب ان کا رخ بخاری ولا کی جانب تھا۔

جہاں آگے کیا ہونے والا تھا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ ابھی فوزیہ اور طاہر کو گیسٹ روم میں چھوڑ کر آیا تھا، اپنے کمرے میں شال اتار کر رکھی ہی تھی کہ دروازے پر ہونے والی ہلکی سی دستک نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی تھی۔ اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔

"مس نایاب؟ آپ آرام کیوں نہیں کر رہیں؟ میں آپ کو سونے کے لئے چھوڑ کر آیا تھا نا؟" اس کے فکر مند انداز پر بے ساختہ ہبہ کی آنکھوں میں نمی اور لبوں پر مسکراہٹ در آئی تھی، اس حسین امتزاج کا وہ اب عادی ہونے لگا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اسے یونہی خاموش کھڑے دیکھ کر وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"تھینک۔۔یو" وہ سسکتی لیتے بولی۔ آنسو پلکوں کی دہلیز توڑ کر گال پر پھسلے تھے۔

ان کے درمیان دس قدموں کا فاصلہ تھا مگر پھر بھی وہ اسے اپنے دل کے سب سے زیادہ قریب محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دو قدم قریب آیا۔

طلال نے خاموش نگاہیں ہبہ کے چہرے پر ڈالیں۔ رونے کے باعث چہرہ گلابی ہونے لگا تھا، آنکھیں متورم، ناک سرخ ۔۔اس نے ابھی تک صبح والا سیاہ لباس پہنا ہوا تھا، بالوں کا ہیئر سٹائل بھی جوں کا توں موجود تھا۔

اس نے بے ساختہ لمبا سانس لیا تھا۔ اسے جلد ہی کچھ کرنا تھا، اس کے لئے، اپنے لئے۔

"اچھا ادھر آئیں، بیٹھیں" اس نے اسے کافی چیئر پر بیٹھنے کو کہا۔

اور خود اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھا۔ ہبہ نے دائیں ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

"آپ کو پتہ ہے آپ روتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگتیں؟" وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہبہ نے پلکیں اٹھا کر طلال کو دیکھا۔ جس کا چہرہ سنجیدہ تھا مگر لبوں پر ہلکی مسکان رائج تھی

"آپ ہنستے مسکراتے ہوئے اچھی لگتی ہیں، عماد کے ساتھ باتیں کرتی ہوئیں، صفا کو میکرونی بنا کر دیتی ہوئیں، مروہ کو پڑھاتے ہوئے، عدیل کے ساتھ پودوں کی باتیں کرتے ہوئے اور فروہ کو معاف کرتے ہوئے، ماما کی پورے دل سے خدمت کرتے ہوئے۔۔" اس کے تفصیلی جواب پر وہ طلال کو دیکھنے لگی۔

اس نے بہت کم طلال کو یونہی باتیں کرتے دیکھا تھا، ورنہ تو وہ بہت کم گو سنجیدہ انسان تھا یا شاید حالات کی وجہ سے بن گیا تھا۔

"اور سب سے زیادہ اچھی معلوم ہیں کب لگتی ہیں؟" طلال نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

ہبہ نے اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، جن میں معصومیت انتہا کی تھی۔ بے ساختہ طلال کو اس پر بے تحاشہ پیار آیا، اور اسی پیار کے لئے اسے اب جلد سے جلد اس معاملے کو حل کرنا تھا۔

"جب آپ ہُما کو کھڑی کھڑی سنا دیتی ہیں، اور میرے پیچھے میرے کردار کی گواہی دیتی ہیں" اس کی سیاہ چمکتی نگاہیں ہبہ کے چہرے پر جمی تھیں۔ براہِ راست اس کی نگاہیں جھکی تھیں، اور یہی حیا طلال کو دنیا میں سب سے زیادہ پیاری تھی۔

"اچھا جائیں، اب آرام کریں۔ اور کسی بھی معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہبہ اپنی جگہ سے اٹھی، وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

وہ جانے لگی جب اس نے دوبارہ پکارا۔

"نایاب؟" طلال نے اس کا نام پکارا۔

وہ مڑی اور اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں ہوں نا؟" اس نے بڑے مان سے پوچھا تھا۔

ZOHA ASIF

سر اثبات میں ہلا کر اس کا مان پورے استحقاق سے رکھا گیا تھا۔

"تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں دیکھ لوں گا سب کو، آپ بے فکر رہیں" اس نے نرمی سے کہا ہبہ نے اسے دیکھا۔

"اور مجھ سے بھی زیادہ، اللہ ہے نا؟ وہ سب سنبھال لے گا پریشان نہ ہوں" اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے کہا تھا۔ ہبہ نے بھی نم آنکھوں مسکراتے لبوں سے سر ہلا دیا تھا، اور پھر وہاں سے چل دی تھی۔ اس کے جاتے ہی طلال بھی مطمعین ہو کر باتھروم گھس گیا۔

☆☆☆☆☆

سرخ رنگ کی نفیس ریشمی شلوار قمیض میں ملبوس ایک عورت اس خوبصورت فارم ہاؤس کی چھت پر کھڑی تھی، کچھ پریشان، کچھ گھبرائی ہوئی، شاید کسی کو تلاش کرتی ہوئی۔

اس نے تسلی کی مگر کوئی دکھائی نہ دیا، یونہی پل بھر کے لئے وہ چھت کی منڈیر ساتھ کھڑی باہر کا نظارہ دیکھنے لگی۔

چھت کی منڈیر پر کھڑے ہو کر جب نیچے نظر دوڑائی جاتی، تو پورا فارم ہاؤس ایک سبز قالین میں لپٹا دکھائی دیتا۔

چار دیواری کے ساتھ ساتھ گھاس اتنی گھنی اور ہری تھی کہ لگتا جیسے زمین نے خود کوئی مخملی چادر اوڑھ رکھی ہو، اور اس کے پیچھے دور تک پھیلے کھیت، دھند میں لپٹے پہاڑوں کی ہلکی سی جھلک کے ساتھ، منظر کو مزید دلکش بنا دیتے۔

جگہ جگہ روشن قمقموں کی لڑیاں، چار دیواری کے ساتھ ساتھ یوں جگمگا رہی تھیں جیسے زمین پر ستارے بکھر گئے ہوں۔

نیچے احاطے میں رونق عروج پر تھی، موسیقی کی مدھم دھن ہوا میں تیر رہی تھی، اور لوگوں کی ہنسی، باتوں کی گونج، اور برتنوں کی ہلکی کھنک، پورے ماحول کو زندگی سے بھر رہی تھی۔

عین درمیان میں بنا سوئمنگ پول، اپنی اندرونی روشنیوں سے یوں دمک رہا تھا جیسے کسی نے نیلگوں چراغ زمین میں دفن کر دیا ہو۔ پانی کی ہلکی لہریں اس روشنی کو مزید بکھیرتیں، جس سے ایک ملائم، رقصاں سی چمک پورے احاطے میں پھیل جاتی۔ پول کے ارد گرد لگے چراغ، پانی کی سطح پر اپنا عکس یوں ڈالتے جیسے ستارے زمین پر اتر آئے ہوں۔

اس کے کنارے کچھ مہمان کھڑے گپ شپ میں مصروف تھے، ان کے قہقہے پانی کی سطح پر لرزتی روشنیوں کے ساتھ گھل مل جاتے۔ پول کے ارد گرد سجی روشنیاں اور جشن کی سجاوٹ، پورے منظر کو ایک تہوار جیسا رنگ دے رہی تھیں۔

ایک طرف کشادہ پارکنگ لاٹ تھا، جو اس وقت گاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف چمکتی ہیڈلائٹس اور روشن قمقمے، آنے جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اور دوسری جانب سومنگ پول کے بالکل سامنے، سبزے کے ایک پرسکون گوشے میں، وہ پرانے وقتوں کا خوبصورت جھولا، لکڑی کے بازوؤں اور نرم گدوں کے ساتھ موجود تھا۔ یہاں کی رونق قابلِ دید تھی۔ کچھ لوگ باری باری اس پر بیٹھتے، ہلکے سے جھولتے، اور آپس میں مسکراہٹیں بانٹتے۔ پورا منظر روشنیوں، موسیقی اور قہقہوں سے یوں معمور تھا جیسے رات نے خود اپنا سکوت توڑ کر جشن منانے کا فیصلہ کر لیا ہو، ایک ایسی رونق جو دور سے دیکھنے پر بھی دل میں ایک گرمجوشی سی اتار دیتی۔

وہ مسکراتے ہوئے یہ رونق میلہ دیکھ رہی تھی جب اچانک کسی غیر مانوس سی آہٹ کے تحت اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔ اس نے سخت اضطراب کے عالم میں چھت کے دروازے کی جانب دیکھا۔۔ وہاں وہ شخص جس کی آمد کے خیال سے بھی وہ ڈر جایا کرتی تھی، وہ کھڑا چھت کے دروازے کی کنڈی لگا رہا تھا۔

کنڈی کے بعد تالا لگا کر جیسے ہی وہ مڑا، اس کے ہاتھ میں شیشے کی عجیب سی بوتل دیکھ کر وہ عورت کانپ گئی، اس کا انداز و چال ایسا کہ اس عورت اس انسان کے نشے میں ہونے کا خدشہ ہوا تھا۔

اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ تھی کہ نشے میں دھت وہ انسان اسے اپنے ساتھ اس بڑی سی چھت پر یوں بند کر چکا تھا۔

اس عورت نے دروازے کی طرف جانا چاہا، مگر وہ آدمی خود کو اس کے قہر سے بچانے کی اس معصوم کوشش کر ہنسنے لگا۔ زور زور سے۔۔

اس عورت کو اس ہنسی سے بھی ڈر لگنے لگا۔ وہ جیسے ایک طرف جاتی، یہ آدمی بھی پھلانگ کر اس کے عین سامنے کھڑا ہو جاتا۔ وہ سہم کر چند قدم پیچھے بڑھاتی۔۔ آدمی اسے محظوظ نگاہوں سے دیکھا، پھر جب دوبارہ عورت کی جانب سے بچاؤ کی یہی کوشش کی جاتی تو وہ اسے دوبارہ روک لیتا۔

اس بوتل میں موجود شراب کا آخری گھونٹ اپنے حلق میں اتار کر اس نے وہ بوتل دور اچھال کر پھینکی تھی، کچھ یوں کہ وہ عورت کو زخمی کرتے کرتے بچی تھی، اب اس کا پورا دھیان اس عورت کو پکڑنے میں تھا، جو اس سے ڈر کر چھت کی دیوار سے جا لگی تھی۔ وہ ایک بار اس کے قریب آیا۔۔ نشے میں ہونے کے باعث اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، وہ جیسے ہی اس کے قریب آیا، عورت نے اسے زور سے دھکا دیا، نیچے پڑی اینٹ اس کے سر پر لگی تھی، موقع کا فائدہ اٹھا کر وہ چھت کے دروازے کی جانب آئی، مگر بند کنڈی کے ساتھ لگے تالے کو دیکھ کر اس کا پورا جسم خوف سے لرز اٹھا تھا، وہ زور زور سے دروازہ بجانے لگی مگر عین اس لمحے اس آدمی نے اسے بالوں سے جکڑ کر کھینچا تھا۔۔

ماضی کے پردے سرکنے لگے اور انہیں ہوش میں آنے پر مجبور کرتے گئے، تو وہ ایک برا خواب تھا؟ ظالم حقیقت پر مبنی ایک بے رحم خواب۔

انہوں نے دھیرے سے ہبہ کو دیکھا جو ان دونوں کے لئے سر درد کی دوا اور دودھ کے گلاس لائی تھی اور پھر سے سر بیڈ کی پشت سے لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

کبھی کبھی ہم اندر سے اتنے گھائل ہو جاتے ہیں کہ کسی سے دکھ بانٹنے کا خیال بھی درد کی شدت کو بڑھا دیتا ہے اور اپنا مسیحا خود ہی بننا پڑتا ہے۔ اور وہ برسوں سے اپنی مسیحا خود ہی بنی ہوئی تھیں۔

☆☆☆☆☆

وہ دونوں ہاتھوں کے ہالے میں سر دیے بیٹھا تھا۔ سر کا درد تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنی کنپٹی کو سہلاتے ہوئے اس نے بیڈ پر پڑا تکیہ اٹھایا اور اسے اپنے پیچھے سیٹ کیا۔ جہازی سائز بیڈ کے وسط میں لیٹا، اس کا دماغ ایک سو اسی کی سپیڈ میں دوڑ رہا تھا۔

اس کی سوچوں کا محور و مرکز ہبہ نایاب کی ذات تھی۔

اس کی نظروں کے سامنے بار بار ہبہ کی نم متورم آنکھیں آ رہی تھیں۔

کتنا مشکل ہوتا ہے اپنے سامنے اپنے من پسند انسان یوں روتے ہوئے بے بسی سے دیکھنا اور کچھ نہ کر پانا۔ آپ نے بے شک دنیا فتح کی ہو، مگر جب آپ محبوب کے روتے چہرے پر مسکراہٹ لانے میں ناکام ہو جاؤ تو ساری فتوحات بے معنی سی لگنے لگتی ہیں۔

اس لمحے شاید وہ بھی یہی محسوس کر رہا تھا۔ دنیا کی نظر میں وہ کامیاب ترین انسان تھا۔

جانی مانی بخاری گروپ آف انڈسٹریز کا اکلوتا کم عمر اور قابل سی ای او۔۔ مگر کون جانتا تھا کہ یہ قابل اور ذہین ترین سی ای او اپنی زندگی کے سب سے خاص انسان کو تکلیف میں دیکھ کر خود کو دنیا بھر کا ناکارہ ترین انسان سمجھ رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔ جس مایوسی میں وہ اتنے سال رہا تھا وہ ہبہ کو اسی حالت میں نہیں بھیج سکتا تھا۔

وہ ہبہ کو زندگی سے مایوس ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا تھا، جو اس نے سہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا ہبہ بھی وہی سہے۔

وہ ہبہ کو شیطان کے جھانسے میں پھنسنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا آزمائش کی اس گھڑی میں ہبہ شیطان کے جال میں پھنس کر اپنا ایمان کمزور کر لے۔

وہ اپنی کی ہوئیں غلطیاں اور کوتاہیاں اپنے سے قریبی کسی انسان کو دوبارا اپنے سامنے کرتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ایسی غفلتیں جن سے وہ نجانے کتنے برسوں بعد نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔

لمحوں میں فیصلہ ہوا تھا۔وہ ہبہ کی ہمت بننے والا تھا۔اس کا حوصلہ۔۔

زندگی کی تاریکی اور اندھیروں میں طلال بخاری ہبہ نایاب کا روش سویرا بننے والا تھا۔

ٹھیک ویسے جیسے ہبہ نے اسے واپس صحیح راستے آنے پر مدد دی تھی، بغیر یہ جانے کہ اس کے مخلص مشورے اور نصیحتوں کی کتنی ضرورت تھی۔اس نے بیٹھے بیٹھے ایک فیصلہ کیا تھا اور وہ ہر حال میں کل اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے والا تھا۔

☆☆☆☆☆

ماحول میں خنکی اور خاموشی دونوں بہت نمایاں تھی۔ایسے میں رفتہ بہ رفتہ آتی ٹھنڈی ہوا پورے وجود کو ایک بار تو ضرور ہلا دیتی تھی۔۔موسم سرد ہو رہا تھا۔۔مگر وہ تھی کہ اپنے گرد و نواح ہر شے سے بے نیاز و بے پروا وہاں لان میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے بڑی مشکل سے اماں ابا کو نیند کی گولیاں دے کر سلایا تھا۔ان کے سو جانے کی تسلی کر کے اپنے لئے چائے بنائی تھی۔

مسلسل رونے کے باعث اس کے سر میں درد کی شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

اس نے آج ایک فیصلہ کیا تھا کہ وہ طاہر اور فوزیہ کے سامنے ہر گز نہیں روئے گی۔

بالکل نہ رونے کا فیصلہ وہ پھر بھی نہیں کر سکی تھی۔

حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے، اپنی بے بسی پر بار بار آنکھیں بھر آتی تھیں۔ مگر وہ ان کے سامنے رو کر انہیں مزید تکلیف نہیں دے سکتی تھی۔ وہ پہلے ہی اس سے دگنی تگنی تکلیف میں تھے۔ وہ تو بس تصور میں سوچ کر کانپ جاتی تھی مگر اس کی ماں اس کڑی صورتحال سے حقیقت میں گزر کر آئی تھیں۔

رہی بات طاہر کی تو اپنے سامنے اپنی بیوی کی عزت نہ بچا پانا اور بے بسی کے باعث کچھ نہ کرنے کا غم ان کی زبان کو چپ لگا یا گیا تھا۔

چھوٹے چھوٹے غم اور پریشانیاں تو پھر بھی انسان بانٹ لیتا ہے، مگر وہ دکھ جو وہ کسی سے بیان بھی نہ کر پائے، وہ انسان کو اندر سے بالکل خالی کر دیتے ہیں۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب ہوا کے جھونکے نے اس کے بالوں کو بھی اپنی سمت کھینچا تھا۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بالوں کو کان کے پیچھے اڑساتے اسے اپنے ساتھ کوئی انسانی وجود محسوس ہوا۔

اس نے حیرت میں گردن موڑ کر اس جانب دیکھا۔ اپنے سے مناسب فاصلے پر اسے طلال بیٹھا دکھائی دیا۔

اسے یہاں بیٹھے دیکھ کر ہبہ کو جی بھر کر شرمندگی ہوئی۔ نجانے وہ کب سے یہاں بیٹھا ہو گا اور وہ اپنی ہی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے بالکل بھی پتہ نہیں چلا تھا۔

دوسری سوچ یہ آئی کہ وہ کس حق سے یوں اس کے گھر کے لان میں بیٹھی چائے نوش فرما رہی تھی۔ اس کی اتنی مہربانی کیا کم تھی کہ اس نے ان کی ماں باپ کی آبرو رکھی تھی اور نہ صرف ان کا اس مشکل وقت میں ساتھ دیا تھا بلکہ انہیں اپنی ہی چھت تلے رہنے کا اتنا بڑا فیصلہ بھی اسی لمحے کر کے ان کی زندگیوں پر اتنا بڑا احسان کر دیا تھا۔

تیسرا خیال یہ کہ وہ اب کیسے طلال سے نظریں ملا پائے گی؟ وہ تو سر تا پیر اس کے احسانوں تلے دبی ہوئی تھی۔

طلال نے اس کے اور اس کے ماں باپ کے لئے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ طاہر کو ہسپتال لے کر گیا تھا، اس کا تمام علاج اپنے خرچے پر کروایا تھا، ان کی لاکھ منتیں کرنے کے باوجود بھی اس نے ان سے ایک پائی بھی نہیں لی تھی۔ ان کے گھر آ کر بھی وہ تیمار داری کرتا رہا تھا۔ اس کے ان پر اتنے احسان تھے کہ وہ واقعی ساری زندگی بھی کوشش کرتی تو کبھی پورے نہ کر پاتی۔

اسے جی بھر کر شرمندگی ہوئی۔ وہ اب کوئی ایسا سوال پوچھے گا کہ ہبہ کے پاس اس کا جواب نہیں ہو گا۔ نہیں تو پھر وہ کوئی بھی ایسی بات کرے گا کہ ہبہ کو نئے سرے سے شرمسار ہونا پڑے گا۔

اگر وہ اس کے سوالوں کے مناسب جواب نہ دے پائی تو؟ اگر اسے ان کی شرافت پر یقین نہ ہوا تو؟

مگر اللہ ہے نہ۔۔ وہ سب کے بھرم رکھ لیتا ہے۔۔ اور کچھ انسانوں کو ایسی فطرت سے نواز دیتا ہے جو دوسروں کی خودداری اور بھرم قائم رہنے دیتے ہیں۔ طلال بخاری بھی ایسے ہی انسانوں میں سے تھا۔

"اماں ابا سو گئے؟" آپ کے ہٹا کر جتنی اپنائیت سے اس نے "اماں ابا" پوچھا تھا ہبہ کی دماغی حالت نارمل ہوتی تو وہ ضرور غور کر پاتی، فلوقت وہ بس اپنی گود میں دھرے چائے کے خالی کپ پر نگاہیں مرکوز کیے ہوئی تھی۔ اتنی ہمت ہی کہاں تھی کہ طلال کی آنکھوں میں براہِ راست دیکھ کر بات کر پاتی۔

ZOHA ASIF

وہ ہمیشہ والا کانفڈینس نجانے کہاں کھو گیا تھا۔

"جی بہت مشکل سے سلا پائی" وہ بہت دھیان سے الفاظ استعمال کر کے چھوٹے سے چھوٹا جملہ بول رہی تھی۔

"کھانا کھلا دیا تھا انہیں؟" طلال اس کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا، وہ سامنے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جی کھلا دیا تھا" جن باتوں پر وہ دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کر رہی تھی وہی باتیں طلال اس سے یوں پوچھ رہا تھا جیسے معمول کی ہوں۔

"میں نے آپ سے کچھ کہنا تھا" طویل وقفے کے بعد خاموشی توڑنے والی آواز ہبہ کی تھی۔

"میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا، اور نہ ہی میں یہاں آپ سے شکریہ مہربانی جیسے الفاظ سننے بیٹھا ہوں" طلال کی بات پر وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ کیا کوئی انسان اتنا عاجز بھی ہو سکتا تھا۔

"مگر۔۔" ہبہ نے کچھ کہنا چاہا، لیکن طلال نے اسے اپنی بات مکمل کرنے سے روک دیا تھا۔

"میں نے پہلے بھی سمجھایا ہے نا؟ شکریہ کرنا ہے تو اللہ کی ذات کا کریں جس نے بروقت ہمیں وہاں بھیج دیا اور کسی بڑی مصیبت سے محفوظ رکھا۔" اسے نرمی سے سمجھایا۔

اس نے بڑی ہمت کر کے نظریں اٹھائیں اور تاریکی میں موجود طلال کا چہرہ دیکھا، جو اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا یا شاید اس کی خوبصورت باتوں کی چاشنی میں یوں دمکتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

"میں واقعی آپ سے ایسی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔۔ یہ سب جو بھی میں نے آپ کے لئے کیا ہے، اس کا ایک پرسنٹ بھی نہیں ہے جو آپ نے میرے اور میرے گھر والوں کے لئے کیا ہے۔۔ اسپیشلی میری ماما کے لئے۔۔ آج اگر وہ قدم چل پائیں ہیں تو وہ اللہ کے کرم کے بعد صرف آپ کی کوششوں سے۔۔" ہبہ نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ طلال نے اسے ایک نظر دیکھا، چہرے پر اب پہلے والی بے چینی نہیں تھی۔

کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہوئے، دونوں جانب سے کسی نے پہل نہیں کی۔ بلآخر ماحول کا سکتہ توڑنے والی آواز اس بار طلال بخاری کی تھی۔

"جایئے آرام کریں، اور زیادہ نہ سوچیں" اس نے نرمی سے کہا، وہ بھی شاید انہی الفاظ کی منتظر تھی اس لئے سر ہلاتے ہوئے خاموسی سے اٹھی اور وہاں سے چلی گئی، باقی رہ گیا طلال، خوبصورت چاندنی رات، چاند اور اس چاند سے پیاری لڑکی کا خیال جو ابھی ابھی وہاں سے اٹھ کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

بخاری ولا میں ایک خوبصورت صبح طلوع ہوئی تھی، مگر یہ صبح خوبصورت تھی یا نہیں کچھ ہی پلوں میں معلوم ہونے والا تھا۔

صبح کے دس بجے تھے، وہ روٹین کے مطابق خالدہ کا ناشتہ بنانے باورچی خانے میں آئی تو طلال کو پہلے سے ہی وہاں بیٹھے ناشتہ کرتا پایا۔ اس نے اسے سلام کیا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

باری باری سب لوگ ناشتہ کرنے کیچن میں موجود ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھے۔ ہبہ اور طلال کو اپنے اپنے کاموں میں مشغول دیکھ کر سب نے آنکھوں ہی آنکھوں اشاروں کا تبادلہ کیا تھا۔

سب کو یہی شک ہوا کہ کل اسے زبردستی طلال کے ساتھ اکیلے بھیجنے پر وہ ناراض تھی۔

آفت گینگ کے موجود ہوتے غیر معمولی خاموشی سب کو چبھنے لگی تھی۔ آخر عماد سے مزید برداشت نہ ہوا اور وہ بول پڑا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے کل ہم نے بہت یادگار دن گزارا تھا، اور آج یوں صفِ ماتم بچھا رکھی ہے۔۔ خیر تو ہے؟" عماد نے سر کھجاتے ہوئے طلال اور ہبہ کو دیکھتے کہا تھا۔

"کبھی تو سوچ سمجھ کر بولا کرو عماد" طلال نے اسے ڈپٹا۔

"تو آپ بتا دیں اتنا سناٹا کیوں ہے بھائی؟" عماد نے بتیسی دکھاتے ہوئے کہا تھا۔ ہبہ انہیں نظر انداز کر کے خالدہ کو ناشتہ دینے چلی گئی تھی۔

اس کے جاتے ہی طلال نے مختصر الفاظ میں انہیں ساری بات سمجھا دی تھی۔ وہ سب بھی سمجھدار واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے کسی قسم کا مسئلہ کھڑا کرنے کے بجائے معاملے کی نوعیت کو سمجھا تھا اور خفا ہونے کے بجائے ہمدرد بنے تھے۔

☆☆☆☆☆

وہ خالدہ کو کھانا دے کر واپس گیسٹ روم آئی تو آفت گینگ کو اپنے اماں ابا کے ساتھ گپے لگاتا دیکھ ہکا بکا رہ گئی تھی، ایک بیڈ پر فوزیہ، طاہر، مروہ، صفا اور فروہ بیٹھے تھے، پاس رکھے صوفے پر عماد اور عدیل جبکہ اس سے تھوڑا آگے المارے کے ساتھ پشت لگائے طلال کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اس نے نم آنکھوں سے سب کو دیکھا اور پھر آخر میں اس کی نظر طلال پر پڑی، جو پہلے ہی اس کے آنے کی آہٹ پر اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا، نظر ملاتے ہی آنکھوں میں الوہی چمک آئی تھی۔

ہبہ نے ایک بار پھر خوشگپیاں لگاتے دیکھا اور پھر طلال کو تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا تھا جس نے سر کو خم دے کر یہ شکریہ قبول کیا تھا۔

ZOHA ASIF

"ارے ہبہ؟" اس پر نظر پڑتے ہی فوزیہ نے اسے پکارا تھا، سب نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"اوہو کم آن ہبہ باجی۔۔ کسی موقع تو نارویا کریں" عماد نے کوفت سے کہتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عدیل بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب یہ پہلے بھی روتی رہی ہے کیا؟" فوزیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ تو آپ طلال بھائی سے پوچھیں" سب یک آواز بولے۔ جہاں طلال بوکھلایا وہیں ہبہ جھیمپ گئی۔

"بتائیں طلال بھائی" مروہ نے عام سے انداز میں پوچھا تھا مگر طلال کو جی بھر کر تلملانے پر مجبور کر گیا۔

"نہیں، نہیں اتنا نہیں روتیں" اس کے منہ سے پھسلا۔

"مطلب اتنا نہیں پر روتی رہی ہے؟" فوزیہ دل پر ہاتھ رکھتے پریشانی سے پوچھنے لگیں۔ جس پر طلال مزید سٹپٹا گیا۔

"She is a very responsible, sincere and adorable person" اس نے ذرا ٹھہر کر نرم مسکراہٹ سموئے لہجے میں کہا تھا۔

اس کی بات پر آفت گینگ نے اوہ کی صورت منہ کھولے تھے، ہبہ نے خفت سے چہرہ جھکایا تھا اور فوزیہ اور طاہر نے ایک نظر اسے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

مزید وہاں کھڑے رہنا اس کے لئے ناممکن بنا تھا اس لئے وہ آفس جانے کا بہانہ کر کے وہاں سے نکل آیا تھا، اس کے جاتے ہی سب کا مشترکہ قہقہہ سنائی دیا تھا جس پر اس کا دل خوشی و قرار سے سرشار ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ آفس سے آیا ہی تھا کہ عماد کے ذریعے اسے معلوم ہوا تھا کہ طاہر نے اسے واپس اس کے گھر لے جانے کی ضد لگا رکھی تھی، جو بھی تھا، اسے اب یہ معاملہ حل کرنا تھا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ بہت سی حقیقتیں کھلیں اور سب کی زندگی میں سکون آئے۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں انکل؟" ان سے سلام دعا کے بعد وہ سیدھا مدعے کی بات پر آیا تھا۔

طاہر نے اسے سنجیدگی سے دیکھا تھا جبکہ فوزیہ خاموش رہی تھیں۔

"یہ کیسی ضد ہے؟ جبکہ آپ جانتے ہیں وہاں رہنا کتنا غیر محفوظ ہے!" اس نے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔ غلط بات پر بھی وہ طاہر سے بدتمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"بالکل مناسب اور صحیح بات ہے بیٹے" طاہر نے نظریں چراتے ہوئے کہا جسے طلال نے بخوبی نوٹس کیا تھا۔

"آپ کی ضد اگر جائز بات پر ہوتی تو آپ مجھ سے نظریں نہ چرا رہے ہوتے" طلال نے عین وہاں چوٹ کی تھی جہاں فوراً اثر ہوا تھا۔

"جو بھی ہو میں یہاں، تمہارے گھر نہیں رہ سکتا۔" انہوں نے اپنی بات منوانے کا نیا زاویہ نکالا۔

"میرا یا آپ کا؟" اس کے دوبدو دبولنے پر ان کی چرائیں گئیں نگاہیں واپس ملائیں گئیں تھیں۔

جواب میں وہ کچھ نہیں بولے تھے بس خاموشی ہی ان کا جواب تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سب جانتا ہوں" اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

انہوں نے پھر ایک بار نگاہیں چرائیں تھیں۔ طلال آگے بڑھ کر ان کے مقابل بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"آپ کب تک خود کو اور خود سے منسلک لوگوں کو اپنی اس بے جا ضد کی وجہ سے تکلیف دیں گے؟" اس کے بلاواسطہ سوال پر وہ لب کاٹنے لگے۔

طلال نے لبوں پر آنے والی بے ساختہ مسکراہٹ بڑی مشکل سے روکی، تو محترمہ کو بے چینی میں لب کاٹنے کی عادت باپ سے وراثت میں ملی تھی۔

"میں۔۔ نہیں۔۔" وہ کچھ کہنے والے تھے مگر طلال دوبارہ بولا۔

"کیوں نہیں رہنا چاہتے آپ یہاں؟ وجہ کیا ہے؟" اس نے ایک بار پھر سیدھا سوال کیا۔

"کیونکہ میں اس گھر میں نہیں رہ سکتا، یہاں رہنے کی نہ کوئی وجہ ہے اور نہ اس گھر اور گھر کے مکینوں سے میرا کوئی واسطہ" وہ تلخ ہوئے۔ طلال نے انہیں ایک نظر دیکھا۔

"وجہ اور رشتہ۔۔ اگر آپ پرانے نہیں مانتے تو میں کل ہی آپ کے لئے نئی وجہ اور تعلق بناؤں گا" طلال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طاہر اور کب سے خاموش تماشائی بنی فوزیہ دونوں نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"مگر اس کے لئے بھی مجھے آپ دونوں کی اجازت چاہیے" ان دونوں نے اسے سوالیہ، بے قرار نگاہوں سے دیکھا۔

"میں آپ کی بیٹی کو بے حد پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کرنے کا خواہشمند ہوں۔ ہمیشہ خوش رکھنے کا وعدہ میں نہیں کروں گا کیونکہ زندگی میں خوشی، غمی ساتھ ساتھ چلتی ہے، مگر ہر خوشی اور غمی کے موقع پر پورا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کرنے کے لئے ضرور تیار ہوں" اس کی بات پر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

لیکن یہ خاموشی عماد کی سیٹی سے ٹوٹی تھی، وہ اور ہبہ کو خالدہ کو وہیل چیئر پر بٹھائے طاہر اور فوزیہ سے ملوانے لائے تھے۔۔ اندر چل رہی گھمبیرتا کے باعث ہبہ دروازے سے ہی واپس جانا چاہتی تھی لیکن عماد کی بدتہذیبی نے اسے کھلے دروازے سے ساری گفتگو سننے پر مجبور کیا تھا اور تب سے اس کے پیر جامد تھے۔

"واہ میرے چیتے" وہ آگے بڑھ کر طلال کے گلے لگا تھا۔ اور طلال کا دل چاہا تھا آج اسے واقعی چیتا بنا دیا جائے۔

"مٹھائی لاؤں انکل؟ شوگر تو نہیں ہے آپ کو؟" اس کی خوشی نے سب کو مسکرانے پر مجبور کیا تھا۔

"دیکھیں ماما بھی آئیں تھیں انکل آنٹی سے ملنے" اس نے ان کی توجہ خالدہ پر کروائی جن کے چہرے پر ہوائیاں اڑی تھیں۔ طلال فوراً پریشانی سے مڑا تھا۔

ان تینوں کو سامنا ایسے نہیں ہونا چاہیے تھا، کم از کم خالدہ کا تو بالکل بھی نہیں!

اس نے سوچا تھا وہ آفس سے آکر خالدہ سے تفصیلی بات کرے گا، انہیں آرام سے سارا معاملہ سمجھائے گا مگر یہ عماد۔۔۔

وہ اٹھا اور خالدہ کے پاس آیا، جن کے چہرے پر ہوائیاں اڑی تھیں، ان کا سانس اکھڑا ہوا تھا، ہاتھ پاؤں بر طرح کپکپانے لگے تھے، اس نے پھرتی سے ان کے ہاتھ تھام کر انہیں تسلی دینا چاہی مگر ان کی لرزتی پلکیں اٹھیں اور خوف کے زیرِ اثر آنکھیں اس پر ٹکیں۔

اس نے انہیں کہنا چاہا کہ سب ٹھیک ہے مگر۔۔ اس سے پہلے ہی ان کی کپکپاہٹ زیادہ بڑھی اور ایک دم ان کا سر دائیں جانب ڈھلک گیا۔ اس نے ان کے چہرے کو ہلایا، مگر وہ ہوش میں نہیں آئیں۔۔

پریشانی سے اس کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے، وہ جانتا تھا ان تینوں کی پہلی ملاقات کچھ اچھی نہیں ہو گی مگر۔۔ اتنی خوفناک ہو گی ایسا اس نے نہیں سوچا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتا۔۔ عماد نے ہبہ کو جھنجھوڑا جو جانے کن سوچوں میں گم ہو چکی تھی۔ یا شاید گزشتہ گفتگو کا اثر تھا کہ ابھی تک شاک میں تھی۔

عماد ان کی وہیل چیئر تھام کر ان کے کمرے میں لے گیا تھا، طلال بھی تیزی سے اس کے پیچھے گیا تھا۔ ہبہ بس گم سم وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

ZOHA ASIF

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا تھا، ان کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ شدید شاک اور انزائٹی تھی۔۔ انہوں نے انہیں ٹرانکوائزرز (Tranquilizers) لگا دیے تھے۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔۔ پریشانی سے کنپٹی میں درد شروع ہو چکی تھی۔

"بھائی سوری" عماد نادم سا بولا تھا۔

"کیوں؟" وہ سر مسلتے ہوئے سیدھا ہوا۔

"میں ماما کو وہاں لایا تھا، میں تو بس ملوانا چاہتا تھا مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان کی طبیعت بگڑ جائے گی" اس نے معصومیت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں" وہ لمبا سانس خارج کرتا بولا۔

"مگر ان کے یوں برتاؤ کرنے اور بے ہوش ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آئی مجھے۔" عماد نے اس سے کہا تھا، اس کے یوں کہنے پر وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

"اس کے پیچھے بہت بڑی وجہ ہے۔" اس نے اسے دیکھا۔

"اور وہ وجہ مجھے جاننی ہے، اتنا شدید ریکشن تو پہلے کبھی نہیں آیا انہیں" خالدہ کے کمرے سے تیسرے کمرے میں گیسٹ روم میں موجود یہ سوال ہبہ کی جانب سے تھا جو کب سے اسی معاملے پر تفتیش کر رہی تھی۔

"وہ تمہیں نہیں بتا سکتے" طاہر نے جھکے سر کے ساتھ کہا۔

"ابا آپ نے مجھ سے کبھی کچھ نہیں چھپایا مجھے بتائیں" آج وہ اپنے باپ کی بیٹی بنی تھی، انہیں کی طرح ضد کر رہی تھی۔

"طلال کیا لگتے ہیں آپ کے؟ کیوں ان کی ماما آپ دونوں کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئیں؟ کیوں طلال نے کل آپ کے ہاتھ یوں چومے تھے جیسے میں چومتی ہوں۔۔ کیوں وہ میرا آپ کا اماں کا اتنا خیال رکھتا ہے جتنا کوئی غیر تو نہیں رکھتا" اس کے سوال تھے کہ بڑھتے جا رہے تھے مگر جواب؟

جواب ہی تو نہیں دے رہے تھے وہ کسی کو۔۔ یا شاید اب وقت آ چکا تھا برسوں پرانے رازوں سے پردہ اٹھانے کا!

"وہ میرا خون ہے۔" بڑی آہستگی سے طاہر کے لبوں سے نکلا تھا کہ وہ بمشکل سن اور سمجھ پائی تھی۔

"کک۔۔ کیا؟" وہ شاک زدہ تھی۔

انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"نہ۔۔ نہیں۔۔" وہ زور زور سے سر نفی میں ہلانے لگی۔ جیسے ابھی ابھی آشکار ہوئی حقیقت تسلیم کر لینا اس کے لئے بہت مشکل تھا۔۔ شاید بہت بہت مشکل۔۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بھائی؟" واپس خالدہ کے کمرے میں آئیں تو یہاں بھی عماد تازہ تازہ کھلے اس سچ کو قبول کرنے کی کوشش میں تھا۔

"یہ وہ حقیقت ہے جو ایک عرصے سے ہم سے چھپائی گئی تھی، مگر بڑوں نے اگر مصلحت ہمیں نہیں بتائی تھی، تو اس کے پیچھے کوئی وجہ تھی، ہمیں چاہیے کہ ہم اس مصلحت کو سمجھیں۔۔ اور اسے ایسا ہی چھپا رہنے دیں" عماد نے اس کی بات پر لمبا سانس لیا۔

"لیکن بھائی۔۔ جیسے ماما کو معلوم ہو گیا، ایسے ہی چچی آئیں گی تو انہیں بھی معلوم ہو جائے گا، اور باقی رہ کون جائے گا؟ صفامر وہ؟ آپ کو نہیں لگتا کہ سب کو بتا دینا چاہیے؟" اس نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی، فلحال خاموش رہنا بہتر ہے" اس نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" وہ سر ہلاتا ہوا اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ طلال کسی گہری سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ اپنے ماں باپ کے درمیان بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، دائیں ہاتھ سے ماں کا ہاتھ تھامے بائیں ہاتھ سے باپ کا، ان دونوں کے درمیان ایک چھوٹا بچہ معلوم ہو رہی تھی۔

"ہبہ میرا بچہ؟" طاہر کے پکارنے پر ہبہ نے چہرہ گھما کر ان کی جانب دیکھا۔

"تمہیں معلوم ہے نا اس دن طلال نے ہم سے کیا مانگا تھا؟" طاہر کے نرمی سے کہنے پر اس نے سر سیدھا کیا اور چھت کی جانب دیکھنے لگی۔ جبکہ طاہر اپنے بازو پر سر رکھے لیٹی اپنی پیاری بیٹی کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"جی ابا" اس نے آہستگی سے کہا۔

"تو تیرا کیا خیال ہے اس بارے میں؟" وہ اب بھی اس کا سر سہلا رہے تھے۔ فوزیہ نے نرم محبت بھری نگاہ باپ بیٹی پر ڈالی تھی۔

"جو آپ کا خیال ہو ابا" وہ بھی اسی آہستگی سے بولی تھی۔

"تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟" فوزیہ نے اس سے پوچھا تھا۔

"جیسے آپ دونوں کو بہتر لگے اماں ابا، مجھے کوئی اعتراض نہیں" اس نے نرمی سے کہا تھا مگر دماغ اس وقت ہزار مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔

"یہ تو خوشی کی خبر سنائی ہے میرے بچے تو نے" طاہر اسے دیکھتے مسکرا کر بولے۔

"آپ خوش ہیں؟" اس نے چہرہ موڑ کر ان کی جانب دیکھا، وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے۔ ہبہ بھی مسکرا دی تھی اور اپنے ہاتھ میں تھامے ان دونوں کے ہاتھ باری باری چومے تھے وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔

"کیا بات ہے میری جان تم مجھے خوش نہیں لگتی؟" فوزیہ نے اس کا چہرہ دوسرے ہاتھ سے چھوا۔

"بس مجھے ڈر لگتا ہے اماں" اس نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھتے کہا تھا۔

"ڈرنے کی کیا بات ہے، دیکھ تیرے دائیں بائیں تیرے اماں ابا ہیں" طاہر نے اسے ہنسانا چاہا مگر وہ نم آنکھوں سے ایک بار پھر چھت دیکھنے لگی تھی، ایک خاموش آنسو اس کی پلکوں کی دہلیز توڑ کر دائیں جانب لڑھک گیا تھا۔

"اگر۔۔۔ ہم وہاں وقت پر نہ پہنچتے تو۔۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ فوزیہ نے اذیت سے آنکھیں میچیں جبکہ طاہر نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔

"اس لئے تو تجھے اسی مضبوط انسان کے حوالے کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ تیری حفاظت کر سکے میری جان، میں تو تیری اور تیری ماں کی حفاظت کرنے سے قاصر ہوں مگر وہ تو تجھے محفوظ رکھے گا نا" طاہر کے بے بسی سے کہے گئے اس جملے پر ہبہ کا دل تڑپا۔ فوزیہ نے خاموشی سے آنکھ کے کنارے سے آنسو کا قطرہ صاف کیا تھا۔

"صد شکر کہ اس دن تم نے میرے فون میں ایمرجنسی کانٹیکٹ ایڈ کیے تھے، مجھے اس "ایس او ایس فیچر" کے بارے میں بتایا تھا ورنہ میں کیا کرتی۔۔ مگر دیکھو اللہ نے ہماری مدد کی، ہمیں محفوظ رکھا۔" فوزیہ نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کو نرمی سے دبایا تھا۔

"وہ اس لئے ہی کیا تھا تاکہ آپ دونوں محفوظ رہیں، آپ دونوں کو کبھی کچھ نہ ہو، اگر خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی ابا" وہ دلگرفتہ ہو کر رونے لگی۔ طاہر نے اسے اپنے سینے میں بھینچا تھا جبکہ فوزیہ نے بھی اسے اپنے ممتا بھرے بازوؤں میں سمیٹا تھا، خاموش کمرے میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں ان دونوں نے تڑپ کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا، اس کے لئے یہ فیصلہ ان دونوں نے بہت کچھ سوچ سمجھ کر لیا تھا۔

چاہے جو بھی تھا ہبہ انہیں اپنی جان سے عزیز تھی اور اسے کسی قسم کے خطرے میں وہ ہرگز نہیں ڈال سکتے تھے۔

"اچھا چل بس میرا بچہ" طاہر نے اس کی کمر تھپکی تھی۔ اسے یوں روتا دیکھ کر فوزیہ کی آنکھوں میں بھی آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

"یہ دیکھ میرے پاس کیا ہے" طاہر نے اس کا دھیان ہاتھ میں پکڑے خاکی لفافے کی جانب کیا۔

اس نے ان کے سینے سے سر نکال کر دیکھا۔

"یہ کہاں سے منگوائی؟" وہ آنسو صاف کرتی پوچھ رہی تھی۔

"عماد نے لا کر دی تھی اس دن جو اس نے میرا پورا انٹرویو کیا تھا، پھر مجھے میری چند پسندیدہ چیزیں لا کر مجھے دی تھیں" ان کی بات پر ہبہ نے اپنی متورم نگاہیں اس لفافے پر جمائی تھیں۔ طاہر نے اسے کھول کر جو نکالا اسے دیکھ کر اس نے پہلے حیرت سے ابا کو دیکھا اور پھر ہنس پڑی۔ نم آنکھوں، سرخ ناک اور مسکراتے لبوں کا امتزاج بہت خوبصورت تھا۔ اس ایک پل میں اس کے اماں ابا نے اس کی دائمی خوشیوں کے لئے ڈھیر ساری دعائیں کی تھیں۔

طاہر نے مسکراتے ہوئے برفی کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈالا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لگا کر مبارک دی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کے گلے لگی تھی۔ فوزیہ نے بھی مسکرا کر اس کی نظر اتاری تھی۔ ان کے ہمراہ لیٹی ان کی لاڈلی بیٹی، اس وقت دنیا کی خوش ترین لڑکی تھی۔

☆☆☆☆☆

ZOHA ASIF

پچھلی صبح جتنی حسین تھی، یہ صبح اتنی ہی قہر بن کر نازل ہوئی تھی، انعم اپنی کانفرنس سے جلدی لوٹ آئی تھی۔ آتے ہی گیسٹ روم میں غیر معمولی رونق محسوس کر کے متعجب ہوتیں ان کے قدم خود بخود اسی جانب بڑھے، مگر دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہوتے ہی سامنے موجود انسان کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گئیں تھی۔

وہ جہاں کھڑی تھیں، وہیں ساکت رہ گئیں، جسم ایک ہی جگہ جامد، پتلیاں حیرت، شاک اور صدمے کے مارے پوری کھل گئیں تھیں، ہاتھ ہلکے ہلکے لرزنے لگے تھے۔

اچانک صفا کی نظر ان پر پڑی۔

"ماما۔۔ آپ کب آئیں؟" اس کی آواز پر سب نے مڑ کر انہیں دیکھا۔

بے ساختہ طاہر کی نظریں ان سے ملیں، اور وہ نظریں انہیں اپنی جگہ منجمد ہونے پر مجبور کر گئیں۔

ان کے چہرے کا رنگ سفید پڑا، جانے کتنے برسوں بعد انہیں دیکھا تھا انہوں نے، انعم کا چہرہ پورا زرد پڑنے لگا تھا، انہیں اس دھچکے کو برداشت کرنے کے لئے دیوار کا سہارا لینا پڑا۔

طاہر سے ہوتی ان کی نگاہیں ان کے ہمراہ بیٹھی فوزیہ پر پڑی تھیں، انہیں دیکھتے ہی انہیں وہی جلن محسوس ہوئی جو پہلی بار انہیں ساتھ دیکھنے پر ہوئی تھی۔ انہوں نے شدتِ غم سے اپنے ہاتھوں کو مٹھی کی صورت بند کیا، گرفت اتنی مضبوط تھی کہ انگلیوں کے لمبے ناخن ہتھیلی کی اندرونی سطح پر چبھنے لگے تھے۔

مگر اس وقت انہیں دل کے علاوہ جسم کے کسی حصے میں درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

کہتے ہیں وقت آپ کے تمام زخموں پر مرحم رکھ دیتا ہے، مگر ان کے ساتھ اس کے بالکل برعکس ہوا تھا۔

انہیں تو وقت گزرنے کے اتنے عرصے بعد بھی پہلے جتنی یا شاید پہلے سے بڑھ کر تکلیف ہوئی تھی۔

انہوں نے ان کے درمیان بیٹھی ہبہ کو دیکھا، چہرے کی خوبصورتی ماں سے ملی تھی، جب کے کردار اور اوصاف باپ پر گئے تھے، انہیں لمحے میں سمجھ آ گیا کہ کیوں یہ لڑکی انہیں جانی پہچانی لگتی تھی۔۔ کیوں اس سے انہیں اتنا مانوس سا احساس ہوتا تھا۔۔

ہتھیلی میں دھنسے وہ لمبے تراشیدہ ناخن خون نکلنے کا باعث بن چکے تھے، تکلیف کی ایک جھلک، ان ان گنت لہروں سمیت ان کے چہرے پر واضح دکھائی دینے لگی، طاہر نے بے ساختہ انہیں دیکھ کر نظریں پھیری تھیں۔۔ اور وہ بغیر کچھ کہے، بغیر کچھ سنے وہاں سے تیزی سے باہر نکلیں تھیں، جیسے انہیں یہ گمان تھا کہ اگر وہ چند پل مزید وہاں کھڑی رہتیں تو۔۔ وہاں سے وہ نہیں بلکہ ان کا ہوش سے بیگانہ وجود باہر لایا جاتا۔

☆☆☆☆☆

وہ وہاں خالدہ کو کھانا دینے آئی تھی، ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ فروہ کو وہاں موجود دیکھ کر رکی۔ اس کے محتاط انداز سے یوں لگتا تھا جیسے کوئی خفیہ کام کر رہی ہو۔ وہ اس وقت سوئی ہوئیں خالدہ کے پاس موجود سائیڈ ٹیبل کے قریب کھڑی جھکی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پل کو مڑ کر دروازے کی جانب دیکھا ہبہ فوراً پیچھے ہوئی۔

اس کا شک مزید بڑھا، دو سیکنڈ بعد جب وہ واپس سائیڈ ٹیبل کی جانب متوجہ ہوئی تو ہبہ دروازے کی اوٹ سے اسے دیکھنے لگی، اس کی نگاہیں فروہ کے مسلسل حرکت کرتے ہاتھوں پر ٹکی تھیں۔

وہ فوزیہ کے میڈیسن باکس کے ساتھ چھیر چھار کر رہی تھی، ہبہ کو تعجب ہوا، بھلا اس کا یہاں کیا کام تھا؟

اس نے جان بوجھ کر جوتی کے ذریعے آواز پیدا کی تاکہ اسے معلوم ہو سکے کوئی آرہا ہے، فروہ ہڑبڑا گئی تھی، ایک دو دوائیں اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے گری تھیں۔

ZOHA ASIF

ہبہ نے سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا، وہ بدلے میں مسکرائی۔

"ارے فروہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" ہبہ نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

اس کے گھبرائے ہوئے انداز سے وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ وہ جو بھی کر رہی تھی وہ غلط تھا۔ انتہائی غلط۔۔ کوئی ایسی بات جس کا کسی اور کو پتہ چل جانا اس کے لئے ٹھیک نہیں تھا۔

"میں بس۔۔وہ" اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

ہبہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔"ارے یہ دوائیں کیسے گر گئیں" وہ کھانا دوسرے ٹیبل پر رکھتی آکر یہ اٹھانے لگی، متذبذب ہوتی فروہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"مع۔۔معلوم نہیں۔۔میں تو بس آنٹی کو دیکھنے آئی تھی۔میں نے بھی ابھی دیکھی ہیں" وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ تھپک کر بولی تھی، حیرت کی بات یہ تھی کہ مارچ میں معتدل موسم میں بھی اس کے چہرے پر پسینہ آرہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" ہبہ نے نارمل انداز میں کہا تھا۔

"چلو تم آنٹی کو کھانا کھلاؤ۔۔میں آتی ہوں" اس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہاں سے تیزی سے نکلی تھی جبکہ ہبہ کی زیرک نگاہیں دوائیوں کے ڈبے پر جمی تھیں۔

☆☆☆☆☆

" تمہیں معلوم تھا نا؟" وہ اپنے بستر پر لیٹیں، سر سہلاتے ہوئے فروہ سے مخاتب تھیں۔

"نہیں ہم سب کو بھی دو دن پہلے ہی معلوم ہوا ہے" اس نے سادگی سے کہا

"اور میرے پیچھے سے اس کا انتظام کیوں نہیں کیا تم نے؟ اس دن تو بہت بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی؟"

فروہ کو محسوس ہوا کہ آج ان کے انداز میں وہ ہمیشہ والی سختی اور تکبر نہیں تھا۔ان کا لہجہ شکست کھایا ہوا تھا۔جس کی وجہ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"میں کر رہی ہوں خالہ جان آپ فکر نہ کریں" اس نے نرمی سے کہا۔انہیں بھی آج اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ بوجھل محسوس ہوا تھا شاید وہ دونوں عورتیں ایک ہی غم میں مبتلا تھیں، محبوب کی بے رخی کا دکھ۔

"اب تو وہ پورے خاندان کے ساتھ یہاں آ گئی ہے" ان کا لہجہ سخت سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔

"ہم پورے خاندان کو ہی رسوا کر کے یہاں سے رخصت کریں گے" فروہ کی بات پر اذیت کے باوجود ان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی، وہ نہیں جانتی تھیں اس کے اس بدلاؤ کی وجہ کیا ہے۔۔ مگر وجہ جو بھی تھی، اس میں ان کا بہت فائدہ ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تم پر چھوڑ رہی ہوں سب۔۔ مگر تم نہ کر سکی تو تم جانتی ہو کیا ہو گا" انہوں نے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے دھمکی دینی چاہی مگر اس پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ جیسے اسے اب یہاں رہنے یا پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ یا شاید جو انعم کروانا چاہتی تھیں، وہ اب خود بھی وہ کرنا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے، اس بار ہمارا وار ایسا ہو گا کہ کوئی یقین نہیں کر سکے گا کہ وہ بے قصور ہے" وہ کہتے ہوئے اٹھی اور وہاں سے چل دی۔ انعم اسے جاتا دیکھ کر مسکرا دی تھیں۔ ایک ازلی سکون تھا جو وہ محسوس کر رہی تھیں۔ وہ اپنے ساتھ ہوئے ظلم کا بدلہ اس بے قصور سے لینے والی تھیں جس کو اس ظلم کا پتہ بھی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ لان میں بیٹھا گنڈیریاں کھا رہا تھا جب وہاں اس انسان کی موجودگی کا احساس ہوا جس کے آدھا گھنٹہ وہاں نہ آنے کی وہ کب سے دعائیں کر رہا تھا۔ اس نے لب بھینچے، لمبا سانس خارج کیا، دھیرے سے نگاہیں اٹھا کر سامنے موجود لڑکی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شرارت، گالوں پر لالی، ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر معصومیت رقص کر رہی تھی۔

"عماد بھائی" اتنے پیار سے نام لیا گیا کہ عماد کے حلق میں وہ گنڈیری پھنس گئی، اسے کھانسی آنے لگی۔

"میرے پیارے بھائی" پہلے سے زیادہ شہد لہجے پر وہ کھانسی کے باعث نم ہوتی نگاہیں اٹھا کر اسے گھورنے لگا۔

"نہیں دوں گا" اس نے اسے دیکھ کر بیٹھے بیٹھے ہی رخ موڑا اور گنڈیروں کا شاپر دوسری جانب رکھا تھا۔

"میرے عزیزِ جان بھائی" صفا نے اس پر محبت کی بوچھاڑ کی تھی مگر اسے کہاں معلوم تھا کہ اس کا "عزیزِ جان بھائی" اس محبت کی بارش میں چھاتا لیے کھڑا گنڈیریاں کھا رہا تھا۔

"اچھا بس ایک دوں گا" وہ منہ بگاڑے کہہ رہا تھا۔

"ایک سے میرا کیا بنے گا" وہ ناراض ہوئی۔

"اچھا یہ دو لے لو۔۔ باقی کسی کو مت بتانا" اس نے اسی کے انداز میں منمناتے ہوئے کہا۔

"اگر مجھے ساری دیں گے تو میں ایک ایسی بریکنگ نیوز دوں گی کہ آپ شاک ہوں گے" صفا نے آنکھیں پٹپٹا کر کہا تھا۔

"اچھا بتاؤ" عماد نے منہ میں موجود گنڈیری نکالتے ہوئے سامنے پلیٹ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ایسے کیسے؟" اس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"تو کیا بلو ٹھمکا لگا کر ٹھمکے لگاؤں پہلے؟" اس نے گود میں رکھا شاپر اس کے سامنے لہرایا۔ صفا کا جی للچایا اور عماد نے اسی کا فائدہ اٹھایا۔

اس نے اسے انعم اور فروہ کی ساری گفتگو سنائی اور گنڈیریوں کا شاپر ایسے پکڑا جیسے کوئی سلطنت فتح کی ہو۔

"اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہوئی پھر؟" اس نے صفا کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

"ارے میں نے خود سنی ہے، میں تو ماما سے پاکٹ منی لینے گئی تھی مگر وہ فروہ آپی ساتھ بات کر رہی تھیں میں نے سن لی" اس کے پھاڑ کھانے والے انداز پر بات کی سچائی کا معلوم ہو گیا تھا۔

اس نے ساری گنڈیریاں صفا کے حوالے کیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا ہر چیز سے دل اٹھ گیا تھا۔ وہ اسے گنڈیریوں سے انصاف کرتا چھوڑ کر اندر چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

سب کچھ خدا کے حوالے کرنے کے بعد

کافی دیر میں نے اپنی ہتھیلیاں دیکھیں

فروہ کے جانے کے بعد وہ سر بیڈ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند گئیں، کل رات کا منظر بار بار نگاہوں کے سامنے آرہا تھا۔ وہ اتنے سالوں کے بعد بھی انہیں دیکھ کر اسی تکلیف میں مبتلا تھیں، نہ ایک انچ زیادہ نہ کم۔

اس نے درد کی شدت سے آنکھیں کھولیں۔۔ مگر یہ منظر انہیں کھلی آنکھوں کے ساتھ بھی تکلیف دے رہے تھے۔ سالوں پہلے بھی انہوں نے فوزیہ اور طاہر کو ساتھ دیکھا تھا اور ان کی پوری زندگی الٹ گئی تھی، خوشیاں غموں میں تبدیل ہوئیں، اور پھولوں جیسے راستے کانٹوں کا سفر بن گئے۔

اب پھر انہیں وہی منظر دکھا تھا، انہیں یہی لگا تھا اب بار ان دونوں کی وجہ سے ان کی زندگی میں بھونچال آئے گا۔ اس سوچ کے آتے ہی ان کا دم گھٹنے لگا۔ وہ تیزی سے اٹھیں، اور سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔

ان کا رخ طلال کے کمرے کی جانب تھا۔ انہوں نے بغیر ناک کیے دروازہ کھولا، وہ سامنے ہی بیڈ پر لیپ ٹاپ لیے بیٹھا نظر آیا۔ یوں اچانک دروازہ کھلنے پر اس نے متعجب نگاہیں اٹھا کر آنے والے کو دیکھا تھا۔

سامنے نائٹ سوٹ میں ملبوس، رف حلیے، زرد چہرے اور بکھرے بالوں کے ساتھ انعم کو دیکھا تو حیران ہوا۔ پھر لیپ ٹاپ بیڈ پر رکھتا اٹھ کر ان کے قریب چلا آیا۔ اتنے میں وہ بھی کمرے کے وسط میں کھڑی ہو گئیں۔

"کیا بات ہے چچی؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

"تم جان بوجھ کر انہیں اپنے ساتھ لائے ہو نا؟ مجھے تکلیف دینے کے لئے؟" وہ دبے دبے غصے سے بولیں، آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"نہیں۔۔ آپ غلط سمجھ رہی ہیں" وہ تحمل سے بولا۔

"میں ٹھیک سمجھ رہی ہوں، تم نے یہ جان بوجھ کر کیا ہے، مجھ سے بدلہ لینے کے لئے ہے نا؟" انعم نے اسے دیکھا مائگرین کے باعث ان کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

"نہیں چچی۔۔ میں آپ جیسا نہیں ہوں، آپ کے لیول پر گر کر بدلے نہیں لیتا۔" طلال نے سنجیدگی سے کہا تھا، انعم اس کی بات میں چھپا مطلب بخوبی سمجھ گئی تھیں۔

"تو پھر۔۔" انہوں نے اس کا دایاں بازو تھاما۔ طلال نے حیرانی سے انہیں دیکھا

"تم انہیں واپس چھوڑ آؤ۔۔۔ جہاں کہیں سے بھی وہ آئے ہیں" انعم کے جملے سے اسے شاطرانہ چال کی بدبو آئی تھی۔

"کیوں؟" یک لفظی سوال کا جواب ہزار الفاظ پر مشتمل تھا مگر انعم کو کہنا نہ آیا۔

"کیونکہ۔۔" وہ سوچنے لگیں، کچھ دیر خاموشی رہی۔ طلال سینے پر دونوں ہاتھ باندھے ان کے جواب کا منتظر رہا۔ مگر پھر بولا۔

"آپ کے پاس کوئی لاجکل جواب نہیں ہے کیونکہ، اصولی اور قانونی دونوں لحاظ سے وہ یہاں اس گھر میں رہنے کا اتنا ہی حق رکھتے ہیں جتنا میں یا آپ، اس لئے میں انہیں یہاں سے ہرگز نہیں نکالوں گا" طلال نے اسی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ انعم نے اسے سختی سے گھورا۔

"تو آگے جو ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے" انعم نے اسے دھمکی دی۔ مگر وہ دھمکی دیتے ہوئے شاید یہ بھول گئیں کہ ان کے سامنے فروہ نہیں طلال بخاری تھا جو کسی کو اپنے سامنے کسی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

"ایسا سوچیے گا بھی مت، کیونکہ میں مس نایاب سے اگلے دو دنوں میں نکاح کرنے والا ہوں اور جو کوئی بھی میرے راستے میں آئے گا وہ بھی اپنے انجام کا خود ذمہ دار ہو گا" اس کے چہرے کے تاثرات کڑے تھے اور لہجہ سرد۔ انعم کو وہاں کھڑے رہنا دنیا کا سب سے مشکل کام لگا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟" وہ بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیوں نہیں کر سکتا میں؟" اس کے دوبدو سوال پر انعم نے طویل سانس ہوا میں تحلیل کیا۔

"دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔ تم اس چٹکی بھر کی لڑکی۔۔" اس سے آگے انعم کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔

"بس چچی۔۔ میں اس کے بارے میں ایک بُرا لفظ برداشت نہیں کروں گا، وہ میری بیوی بننے جا رہی ہے، یعنی میری عزت۔ آپ میرے ہی سامنے میری عزت یوں نہیں اچھال سکتیں۔" طلال کے بارعب انداز پر وہ خاموش ہو گئیں۔ لب بھینچے گئے۔ انہوں نے نم آنکھوں سے ایک آخری بار پر امید ہو اسے دیکھا۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" سوال بڑی نرمی سے پوچھا گیا تھا۔

"اس میں کوئی دو رائے نہیں، اس کے خلاف کوئی سازش کرنے سے پہلے دو بار سوچ لیجیے گا چچی۔ مروہ اور صفا اپنی ماں کی وہ سفاکیت اور اصلیت نہیں جانتیں جو میں برسوں سے سینے میں چھپائے ہوئے ہوں" طلال کے لہجے میں برچھی کی کاٹ تھی جو انعم کے پورے وجود کو زخمی کر دینے کے لئے کافی تھی۔

انہوں نے شکستہ نگاہوں سے طلال کو دیکھا، جس کے چہرے کے تاثرات ہنوز وہی تھے اور پھر بغیر کچھ کہے، جیسے چپ کیے وہ آئی تھیں، ویسے ہی وہاں سے چلی گئیں تھیں۔

☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

ZOHA ASIF